زبیدہ جبیں

مکاتیب: رشید حسن خاں بنام محمد طفیل

(۱)

رشید حسن خاں (۱۹۲۵ء-۲۰۰۶ء) اردو کے نامور محقق، تدوین کار ماہر اور نقاد ہیں۔ وہ یوپی کے شہر شاہ جہان پور میں امیر حسن خاں کے ہاں دسمبر ۱۹۲۵ء میں پیدا ہوئے۔ والد سرکاری اور انگریزی تعلیم اور ملازمت کے خلاف تھے۔[1] اس لیے ان کی باقاعدہ تعلیم نہ ہوسکی۔ کچھ عرصہ شاہ جہان پور کے مدرسہ بحر العلوم میں پڑھتے رہے۔ گھر کے مالی حالات پریشان کن تھے، اس وجہ سے رشید حسن خاں ۱۴ سال کی عمر میں آرمی کی آرڈیننس کلودنگ فیکٹری میں ایک معمولی ورکر کی حیثیت سے بھرتی ہوگئے۔ تعلیم ادھوری رہ جانے کا قلق تھا، چنانچہ زمانۂ ملازمت میں رات کی شفٹوں کے وقفے میں بھی مطالعہ کیا کرتے تھے۔[2]

کئی سال ملازمت کے بعد، ٹریڈ یونین کی سرگرمیوں کی بنا پر جب مزدوروں کی چھانٹی شروع ہوئی، تو انھیں بھی ملازمت سے فارغ کر دیا گیا۔[3] بے روزگار ہوئے تو کئی طرح کی ملازمتیں کیں جن میں سکول اور مدرسے کی ملازمت بھی تھی۔ اسی اثنا میں انھوں نے عربی اور فارسی کے بعض امتحانات پاس کر لیے۔ ساتھ ساتھ انھوں نے اپنے شوق سے مزید مطالعہ بھی جاری رکھا۔ مشقت اٹھا کر راتوں کو جاگ جاگ کر کام کیا کرتے۔ کچھ نہ کچھ لکھنے بھی لگے۔ مضمون نویسی کا آغاز، شاہ جہان پور کے زمانے ہی سے ہوگیا تھا۔ ان کا پہلا مضمون ''شبلی کی فارسی شاعری'' ۱۹۵۰ء میں ''نگار'' میں شائع ہوا۔ بالآخر اگست ۱۹۵۹ء میں دہلی یونی ورسٹی کے شعبۂ اردو میں ''بحیثیت ریسرچ اسسٹنٹ'' ان کا تقرر ہوگیا۔[4] دہلی یونی ورسٹی سے وابستگی کے بعد اپنے طور پر، یا رسائل و جرائد کے مدیروں کی فرمائش پر تحقیقی و تنقیدی مقالات بھی لکھنے لگے۔

دہلی یونی ورسٹی سے ان کی یہ وابستگی ۳۰ سال کے عرصے پر محیط ہے۔ اس طویل عرصے میں انھوں نے بہت سے تصنیفی و تالیفی کام کیے اور بہت کچھ لکھا۔ ۳۱ر دسمبر ۱۹۸۹ء کو یہاں سے سبک دوش ہوئے۔ سبک دوشی کے بعد بھی تصنیف و تالیف کا کام جاری رکھا۔ ''رشید حسن خاں، کچھ یادیں، کچھ جائزے'' میں ان کی تصانیف و تالیفات کی تعداد ۲۴ بتائی گئی ہے۔[5] مگر ڈاکٹر رینا کے مطابق ان کی مطبوعہ تصانیف و تالیفات ۲۶ ہیں اور ۲ کتابیں غیر مطبوعہ ہیں۔[6]

بعض لوگوں کا خیال ہے کہ تحقیق اور تدوین متون کے شعبے میں اردو کا کوئی محقق، رشید حسن خاں کا ''ہمسر'' نظر نہیں آتا۔[7] اردو کے معروف محقق ڈاکٹر گیان چند لکھتے ہیں: ''میں انھیں پیغمبر تدوین کہنے پر قانع نہیں، انھیں خدائے تدوین کہوں گا۔ گو اس پر کتنے زعما چیں بہ جبیں ہوں گے''۔[8] ممکن ہے کچھ لوگوں کو ان آرا میں مبالغہ محسوس ہو، مگر حقیقت یہی ہے کہ ان کے بہت سے معاصر محققین نے تحقیق و تدوین اور اصلاح املا کے باب میں ان کی بیش بہا خدمات کا اعتراف کیا ہے۔[9]

رشید حسن خاں اپنی اصول پسندی، صاف گوئی اور کھرے پن کی وجہ سے بالعموم ہر مسئلے میں دوٹوک انداز اختیار کرتے تھے۔ وہ بے جا مفاہمت اور مصالحت کے قائل نہ تھے۔ بعض اوقات بے باکی اور سچ گوئی کی وجہ سے تلخ بھی ہو جاتے

تھے۔اور بڑے بڑے مجمعے میں بھی صاحبانِ علم کی اغلاط پر انھیں ٹوک دیتے اور ان کے کمزور پہلوؤں کو سامنے لاتے۔

اپنے تبحر علمی کی وجہ سے انھوں نے تحقیق و تدوین اور املا کے خشک موضوعات کو بھی نہایت دلچسپ بنا دیا۔ انھیں تحقیق و تدوین سے ایک طبعی مناسبت تھی۔ وہ گویا پیدا ہی اس کام کے لیے ہوئے تھے۔ دہلی یونی ورسٹی کی ملازمت کے دوران میں سالہا سال تک اہلِ خانہ سے دُور، دوسرے شہر میں رہ کر نہایت انہماک سے علمی سرگرمیوں میں مستغرق رہے۔ ہوسٹل میں ان کے پاس دو کمرے تھے۔ اسی میں ان کا کتب خانہ تھا اور دفتر بھی۔ خاں صاحب ''اس ماحول میں پوری طرح ہم آہنگ'' دکھائی دیتے۔۹

رشید حسن خاں کے علمی اشغال کا بھرپور زمانہ قیامِ دہلی یونی ورسٹی کا ہے۔ ''فسانۂ عجائب''، ''باغ و بہار''، ''مثنوی گلزارِ نسیم''، ''سحرالبیان''، ''مثنویاتِ شوق'' اور ''زٹل نامہ'' ان کے مخصوص مگر معیاری اسلوب اور تدوین و تحقیق کی ایسی مثالیں ہیں جنھیں نمونے کی تدوینات کہا جا سکتا ہے۔ انھوں نے بارہ کلاسیکی کتب مدوّن کر کے شائع کیں۔ ان کی کتاب ''ادبی تحقیق: مسائل اور تجزیہ''، تحقیق و تدوین کے نسبتاً فراموش شدہ موضوعات پر معیاری اصولی کتاب ہے۔۱۰

رشید حسن خاں اپنے نام آنے والے ہر خط کا جواب دیتے تھے۔ از خود بھی دوست احباب کو خط لکھتے رہتے تھے۔ انھوں نے سیکڑوں نہیں، ہزاروں ہی خطوط لکھے ہوں گے۔ ان کے خطوط کا پہلا مجموعہ ''مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی'' (مرتبہ: ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد) کل ۶۳ خطوط پر مشتمل ہے۔ ان میں پچاس خطوط ہاشمی صاحب کے نام ہیں۔ ڈاکٹر ٹی آر رینا کے مرتبہ دوسرے مجموعے بعنوان ''رشید حسن خاں کے خطوط'' میں گیارہ سو سے اوپر خط شامل ہیں۔ اندازہ ہے کہ اصحابِ علم و ادب کے ذخیروں میں اُن کے سیکڑوں خطوط محفوظ ہوں گے۔

ذیل میں رسالہ ''نقوش'' کے بانی اور مدیر جناب محمد طفیل کے نام رشید حسن خاں کے دس خطوط، پیش کیے جا رہے ہیں۔ یہ خطوط گورنمنٹ کالج یونی ورسٹی لاہور کے حفاظت خانے میں محفوظ ہیں۔

(۲)

جیسا کہ اوپر ذکر ہوا، رشید حسن خاں کے ان خطوں کے مکتوب الیہ محمد طفیل ہیں۔ محمد طفیل ایک ماہر خطاط، صاحبِ اسلوب خاکہ نگار تھے، لیکن ''نقوش'' کے مدیر کی حیثیت سے انھیں زیادہ شہرت حاصل ہوئی اور بابائے اردو مولوی عبدالحق نے انھیں ''محمد نقوش'' کا نام دیا۔۱۱

محمد طفیل ۱۴ راگست ۱۹۲۳ء کو لاہور میں پیدا ہوئے۔ ابتدائی تعلیم ایم سی ہائی سکول، نور محلّہ اندرون بھاٹی گیٹ اور اسلامیہ ہائی سکول، بیرون بھاٹی گیٹ سے حاصل کی۔ غربت کی وجہ سے تعلیم جاری نہ رکھ سکے۔ والدہ نے انھیں کتابت (خوش نویسی) سکھانے کے لیے تاج الدین زرّیں قلم کے پاس بٹھا دیا۔ محمد طفیل نے محنت سے اور جی لگا کر کام کیا، چنانچہ کتابت کے ذریعے کچھ آمدنی ہونے لگی۔

۱۹۳۰ء میں لطیف فاروقی سے مل کر مکتبہ شعر و ادب قائم کیا۔ ۱۹۴۲ء میں شادی ہوگئی۔ ۱۹۴۴ء میں انھوں نے ''ادارہ فروغِ اردو'' کے نام سے اپنا علیحدہ مکتبہ قائم کیا۔۱۲

قیامِ پاکستان کے بعد ۱۹۵۱ء میں انھوں نے احمد ندیم قاسمی اور ہاجرہ مسرور کی ادارت میں ''نقوش'' کے نام سے ایک ادبی پرچہ جاری کیا۔ چونکہ احمد ندیم قاسمی اور ہاجرہ مسرور کا تعلق ''انجمن ترقی پسند مصنفین'' سے تھا اور انجمن اپنے اشترا کی

نظریات کی وجہ سے اُن دنوں حکومت کی معتوب تھی، اس لیے محمد طفیل خفیہ پولیس کی دھمکیوں اور پُوچھ گُچھ کے لامتناہی سلسلے کی تاب نہ لا سکے۔۱۳؎ رسالہ بند کر دیا گیا۔

کچھ عرصے بعد محمد طفیل نے اسے سید وقار عظیم کی ادارت میں دوبارہ شروع کیا۔ ایک سال کی ادارت کے بعد وقار صاحب نے معذرت کر لی۔ اس پر محمد طفیل نے مدیر کی ذمہ داری خود سنبھال لی اور اس مہارت اور سلیقے سے رسالہ چلایا کہ برِ عظیم کے تمام علمی اور ادبی اردو رسائل میں ''نقوش'' کو ایک امتیازی حیثیت حاصل ہو گئی۔

محمد طفیل نے ''نقوش'' کے متعدد خاص نمبر (منٹو نمبر، پطرس نمبر، غزل نمبر، آپ بیتی نمبر، لاہور نمبر، مکاتیب نمبر (۲ جلدیں)، خطوط نمبر (۳ جلدیں)، افسانہ نمبر، میر تقی میر نمبر (۲ جلدیں)، اقبال نمبر (۲ جلدیں)، طنز و مزاح نمبر، غالب نمبر اور رسول ﷺ نمبر (۱۳؍ جلدیں) شائع کیے۔۱۴؎

محمد طفیل ایک سنجیدہ مزاج، نفیس الطبع، کم گو اور نرم خو شخص تھے۔ طبیعت میں انکسار بہت تھا۔ وہ ایک صاحب اسلوب ادیب تھے، خصوصاً خاکہ نگاری میں مہارت رکھتے تھے۔ احمد ندیم قاسمی کے بقول: ''طفیل صاحب نے خاکہ نگاری کا نیا ایک اسلوب وضع کیا۔ اور اس میدان میں بھی بڑے بڑوں سے اپنی انفرادیت تسلیم کرا لی۔۱۵؎

اردو کے معروف نقادوں نے محمد طفیل کی ادبی تخلیقات کو سراہا ہے۔ مجنوں گورکھ پوری لکھتے ہیں: ''طفیل صاحب صرف مدیر ہی نہیں، ایک چونکا دینے والے مصنف بھی ہیں۔''۱۶؎ اسی طرح ڈاکٹر محمد حسن کہتے ہیں: ''محمد طفیل کا آرٹ برجستی اور مختصر.... آرٹ ہے''۔۱۷؎

جناب، آپ، صاحب، مکرم، محترم اور معظم وغیرہ اُن کے خاکوں کی کتابیں ہیں۔ علاوہ ازیں انھوں نے ''ناچیز'' کے عنوان سے خود نوشت بھی لکھی تھی۔۱۸؎

''نقوش'' کے رسول ﷺ نمبر، کی تکمیل و اشاعت کے بعد آخری عمر میں وہ قرآن نمبر کی ترتیب اور تیاری کا آغاز کر چکے تھے۔ لیکن فرشتۂ اجل نے اس کی تکمیل کی مہلت نہ دی۔ ۵؍ جولائی ۱۹۸۶ء کو اچانک اسلام آباد میں انتقال کر گئے۔

رشید حسن خاں کے ان خطوط میں بعض الفاظ کا ایسا املا بھی ملتا ہے، جسے بعد ازاں انھوں نے ترک کر دیا تھا۔ پیش نظر خطوں میں ہم نے ان کا املا برقرار رکھتے ہوئے قلابین میں رائج الوقت املا دے دیا ہے۔

خط نمبر ۱

شعبۂ اردو

اڈیٹر صاحب نقوش کی خدمت میں

دہلی یونی ورسٹی، دہلی۔

۱۰؍ اگست ۶۰ء

مکرمی! تسلیم

''نقوش'' کے لیے ایک مختصر سا مضمون ارسال کر رہا ہوں۔ اگر آپ پسند فرمائیں، تو شامل اشاعت فرمائیں۔ رسید سے مطلع فرمائیے۔

ہر چند کہ مجھے آپ سے نیاز حاصل نہیں ہیں، اور اس طرح یہ مضمون بھیج تے [بھیجتے] ہوئے مجھے کچھ تامل بھی ہوا لیکن محض ادبی ربط پنہاں کی وجہ سے جرأت نے ساتھ نہیں چھوڑا۔

ایک بات قابل ذکر ہے، اس مضمون میں جگہ جگہ بہ لحاظ املا کچھ بدعتیں یا جدتیں نظر آئیں گی۔ اگر آپ ان کو اسی طرح رہنے دیں اور کاتب صاحب بھی دراز دستی سے محفوظ رکھیں تو اچھا ہے۔ میں املا میں بعض ضمنی تبدیلیوں کا قائل ہوں۔ اس حد تک کہ جہاں تک بہ آسانی ممکن ہو تحریر و تقریر میں یکسانیت پیدا ہو سکے۔ اس موضوع پر میں کئی بار اپنے خیالات کو تفصیل کے ساتھ پیش بھی کر چکا ہوں۔[20]

اگر مضمون پسند نہ ہو یا ''نقوش'' کے معیار پر پورا نہ اترے تو براہِ کرم واپس فرمایئے چوں کہ ہند و پاک کے ٹکٹ یکساں نہیں ہیں، اس لیے مجبوری ہے ورنہ ٹکٹ بھی ملفوف کر دے تا [دیتا]۔

زحمت کے لیے معذرت طلب ہوں۔

نیاز مند

رشید حسن خاں

۳۱۱۸۔ سر سید احمد خاں روڈ، دریا گنج

دہلی

خط نمبر ۲

۳۱۱۸۔ سر سید روڈ

دریا گنج، دہلی

۲۸ر نومبر ۶۰ء

مکرمی! سلام نیاز

افسانہ نمبر[21] موصول ہوا تھا۔ پھر آپ کا مطبوعہ گرامی نامہ بھی ملا۔ میں سفر میں تھا، اس بنا پر جواب میں تاخیر ہوئی، معذرت طلب ہوں۔

مرسلہ فارم دست خط [دستخط] کر کے واپس کر رہا ہوں، دوسرا فارم اس لیے نہیں بھیجا کہ میں نے کسی کو نقل مضمون کی اجازت دی ہی نہیں ہے۔

''افسانہ نمبر'' کو اگر افسانہ نگاری کے موجودہ رجحانات کا آئینہ دار کہا جائے تو بے جا نہ ہوگا۔ قابل لحاظ بات یہ ہے کہ اس میں معروف افسانہ نگاروں کے نام ہی نہیں، بیش تر کی اچھی تخلیقات بھی ہیں۔ ورنہ آج کل کی ایک عام روایت یہ ہے کہ پرانے اور معروف افسانہ نگاروں کے نام تو ادھر اُدھر نظر آ جاتے ہیں، لیکن ان کے افسانے ان کی اپنی قائم کی ہوئی روایت اور افسانے کے معیار کو آنکھیں دکھاتے ہیں۔

بیدی کا ناولٹ خاص طور سے قابل ذکر[22] ہے۔ بیدی کے ذہن اور قلم میں آج بھی وہی توانائی اور وہی فن کارانہ صلاحیت ہے جو ''دانہ و دام'' کے افسانوں میں نظر آتی ہے، اور جو آج کئی پرانے افسانہ نویسوں کے یہاں سے روپوش ہو چکی

ہے۔کردار نگاری، جزئیات کی عکاسی، اور تفصیلات میں سادگی آمیز حقیقت نگاری، بے مثل ہے۔نہ کہیں خطابت ہے، نہ طنز نہ برہنہ گفتاری، نہ جگہ جگہ پُرشور جملوں اور پُر زور الفاظ کی بیساکھیوں کا سہارا لیا گیا ہے۔نہ پرولتاریت کی دُہائی دی ہے اور بورژوائیت کو کوسا ہے، نہ سنسنی خیزی اور ڈرامائیت پیدا کرنے کی کوشش کی گئی ہے، نہ واقعات کو اس تیزی سے دوڑایا ہے کہ ان کی سانس ہی اکھڑ جائے اور پڑھنے والے دیکھ تے [دیکھتے] رہ جائیں۔انسانی جذبات کی عکاسی، کردار نگاری، جزئیات نگاری اور واقعہ نگاری کے لحاظ سے یہ ناولٹ خاص حیثیت رکھتا ہے۔

البتہ بِل کل [بالکل] آخری حصہ مجموعی طور سے پورے ناولٹ سے کچھ الگ سا ہے۔اس میں ایک طرح کی تحیر آفرینی، چونکا دینے والا انداز اور واقعہ نگاری کا ہلکا سا رنگ آ گیا ہے، جو پورے قصے سے میل نہیں کھاتا۔

کرشن چندر نے دنوں کے بعد اور اپنے پسندیدہ طرز سے ہٹ کر ایک کردار پیش کیا ہے۲۳ اور اسی لیے اس میں وہ خامیاں نہیں ہیں، جو ان کی خصوصیت بن چکی ہیں۔انھوں نے خطابت، پرشور طرز اور پرزور الفاظ اور بہت معمولی سی بات کو کھینچ تان کر افسانہ نما انشائیہ یا ''خطابیہ'' میں ڈھالنے کی کوشش نہیں کی ہے، نہ اس میں معتقدات کی نمائش کی ہے، اس لیے ان کا یہ افسانہ اچھا افسانہ ہے۔''نائی اسیری'' کا کردار اپنی بعض خصوصیتوں کے لحاظ سے خاصا متاثر کرتا ہے، اور یہ تاثر دیرپا ہے، ورنہ کچھ برسوں سے ان کے افسانے دیرپا تاثر سے عموماً [عموماً] تہی داماں نظر آتے ہیں۔اس میں ان کی خطابت، واقعہ سازی اور سیاسی معتقدات کی جا و بے جا عکاسی کا سارا قصور ہے۔

آغا بابر کا افسانہ بھی خوب ہے۲۴۔ماحول کا اثر کس طرح ہوتا ہے اور کس حد تک، اس بات کو نہایت عمدہ طریقے سے کہا گیا ہے۔اس میں بھی جزئیات کی عکاسی اور ماحول کی آئینہ داری قابل داد ہے۔کردار نگاری کا یہ انداز کہ کسی مخصوص طبقے کے بعض افراد پورے طبقے کی خصوصیات، اور رسم و راہ کے مظہر نظر آئیں، خاص طور پر قابل تعریف ہیں۔

احمد ندیم قاسمی نے تقسیم کے بعد اچھے اچھے افسانے لکھے ہیں۔اس نمبر میں ان کا جو افسانہ ہے۲۵ اس کو اچھے افسانوں کی فہرست میں شامل کیا جا سکتا ہے۔البتہ یہ بات سمجھ میں نہیں آئی کہ ل احمد صاحب کے افسانچے کو کون سی قسم کے تحت رکھا جائے۲۶۔یہ افسانہ اگر اس نمبر میں شامل نہ ہوتا، تو میں اس کو اخبار کا تراشہ سمجھ تا [سمجھتا]۔یہی حال قدرت اللہ شہاب کے طویل رپورتاژ نما مضمون کا ہے۲۷ جس کو افسانوں کے ذیل میں شامل کیا گیا ہے۔کئی افسانے اور بھی ایسے ہیں، جن کو کسی روزنامچے میں ہونا چاہیے تھا۔

یہ ضخیم افسانہ نمبر آج کل کے افسانہ نگاروں کی تخلیقی صلاحیت، انداز فکر، رجحانات اور افسانے کی موجودہ روایات کا آئینہ دار ہے۔اس اعتبار سے اس کی بڑی اہمیت ہے۔مجھ کو یقین ہے کہ یہ نمبر کچھ دنوں کے بعد دستاویزی حیثیت۔سے دیکھا جائے گا۲۸۔کیا اچھا ہوتا اگر اس میں افسانے کے فن، روایت اور موجودہ رجحانات کے متعلق بعض ناقدین کے مقالات بھی ہوتے کہ اس صورت میں اس کی اہمیت و افادیت کا دائرہ کار وسیع تر ہو جاتا۔

نیاز مند

رشید حسن خاں

خط نمبر ۳

1/B لکھنؤ روڈ
دہلی 6
۱۴ر فروری ۶۲ء

مکرمی طفیل صاحب! تسلیم

دنوں کے بعد ایک مقالہ ارسال خدمت ہے۔ دنوں سے چاہتا تھا کہ کچھ بھیجوں، توفیق اب ہوئی۔ براہ کرم رسید سے مطلع فرمایئے۔

میں نے مکان بدل دیا ہے۔ اب یونی ورسٹی کے علاقے ہی میں ایک فلیٹ مل گیا ہے۔ اور اس میں منتقل ہو گیا ہوں، لیکن اس کو بھی کئی ماہ ہو چکے ہیں۔ ''نقوش'' برابر پرانے پتے پر آ تا رہا ہے اور ملتا بھی رہا ہے۔ البتہ ابکے [اب کے] لاہور نمبر موصول نہیں ہوا۔ نثار احمد فاروقی ۲۶ اور خلیق انجم ۲۷ صاحب سے معلوم ہوا تھا کہ شائع تو ہو گیا ہے۔ براہ کرم اب اسے نئے پتے پر بھیجے گا۔

اس مقالہ میں بل کل [بالکل] بل آخر [بالآخر] بل عموم [بالعموم] جیسے بعض الفاظ ملیں گے۔ اچھا تو یہ ہے کہ اسی طرح لکھے جائیں جس طرح میں نے لکھے ہیں، خاص طور پر بل کُل، لیکن اگر آپ نہ چاہیں تو آپ کا اختیار ہے، لیکن اگر لفظ بل کل کو آپ بخش دیں تو خوب ہے۔

نیاز مند
رشید حسن خاں

خط نمبر ۴

[مونوگرام]
یونی ورسٹی آف دہلی

DEPARTMENT OF URDU
FACULTY OF ARTS
UNIVERSITY OF DELHI
DELHI-6

PHONE
28991

1/B لکھنؤ روڈ
دہلی 6
۱۲ر اپریل ۶۲ء

مکرمی طفیل صاحب! سلام مسنون

۸،۷ ہفتے سے بھی کچھ زیادہ مدت ہوئی کہ میں نے ایک مضمون بہ عنوان ''زبان و بیان کے بعض پہلو'' رجسٹرڈ بھیجا تھا۔ اس کے بعد ایک پوسٹ کارڈ بھی لکھا تھا، لیکن مضمون کی رسید سے ہنوز محروم ہوں۔ جس ہفتے میں آپ دہلی تشریف لائے تھے، اُسی ہفتے میں نے یہ مضمون بھیجا تھا۔ آپ کے تشریف لے جانے کے بعد مجھے معلوم ہوا۔ افسوس رہا کہ ملاقات نہ کر سکا۔

براہ کرم رسید سے مطلع فرمایئے تا کہ یہ اطمینان ہو کہ مضمون محفوظ ہے۔ یہ بھی عرض کرنا ہے کہ نقوش برابر آتا رہا۔ البتہ ابکے [اب کے] ''لاہور نمبر'' نظر نواز نہیں ہوا۔۳۱ اس کے متعلق اس سے پہلے والے خط میں بھی لکھ چکا ہوں۔

نیاز مند

رشید حسن خاں

خط نمبر ۵

182۔جبلی ہال۔۔دہلی یونی ورسٹی

دہلی 7

۳۱ر دسمبر ۶۴ء

طفیل صاحب مکرم!

دنوں کے بعد توفیق رفیق ہوئی کہ نقوش کے لیے کچھ بھیج سکوں۔ تاخیر میں کچھ تو میری مصروفیات مآب کا ہلی کو دخل ہوتا ہے اور کچھ اس کو اپنی فطری بدذوقی یا خوے مشکل پسندی کے تحت ایسے موضوعات کو منتخب کرتا ہوں [کذا] جو بے حد صبر آزما اور وقت کے طلب گار ہوتے ہیں۔ یہ مضمون بھی اسی کا مظہر ہے۔ یہ چند اوراق مکمل ایک سال کی ورق گردانی کا نتیجہ ہیں۔ مجھے توقع ہے کہ آپ اس پریشان نگاری کو پسند کریں گے۔

ہاں ایک نہایت ضروری امر یہ ہے کہ میرا پتا بدل گیا ہے۔ نیا پتا اوپر درج ہے۔ براہ کرم اس پتے پر اب خط لکھیے۔ یاد آتا ہے کہ ایک برس آپ نے از راہ التفات خاص نقوش پریس کی ڈائری بھیجی تھی۔ اس بار آپ کی وضع داری نے اس سے اجتناب کیوں کیا؟

دور دستاں را بہ احساں یاد کردن ہمت است
ورنہ ہر نخلے بپائے خود ثمر می افگند

جشن ''نقوش'' کی روداد پڑھی۔ یہ واقعۂ اچھے اچھوں کے لیے قابل رشک ہو سکتی ہے کیونکہ ایں سعادت بزور بازو ''ہست''۔

رسید کا منتظر ہوں۔

مخلص

رشید حسن خاں

ہاں، ایک خاص بات اب کے یہ نظر آئی کہ کتابت کا قلم پہلے کے مقابلے میں کچھ جلی معلوم ہوا (کئی مضامین میں) یہ نہایت عمدہ ترمیم ہے۔ اگر تحقیقی مضامین اسی انداز خط میں لکھے جائیں تو انسب ہے۔ میرے اس مضمون میں رموز و علامات کا اگر کاتب صاحب محترم لحاظ رکھیں تو میں بے نہایت منت پذیر ہوں گا۔

خط نمبر ۶

c-11/11 ماڈل ٹاؤن
دہلی 9
۲۸/اپریل ۶۵ء

طفیل صاحب مکرم!

اب کے آپ کے معمول کے خلاف ''نقوش'' میں تاخیر ہو رہی ہے، خیر باشد۔

ایک زحمت دینا چاہتا ہوں، میرا پتا بدل گیا ہے۔ براہ کرم نیا پتا نوٹ کر لیجیے، تاکہ ''نقوش'' بہ حفاظت پہنچ سکے۔ یہ پتا اوپر درج ہے۔ منت پذیر ہوں گا۔

ہاں! میرا مضمون ''مشترک الفاظ'' اگر ابھی شائع نہ ہوا ہو، یا مضمون کے آخر میں دو سطریں بڑھانے کی گنجایش ہو تو ازراہِ التفات خاص یہ زحمت بھی گوارا فرمایئے اور مضمون کے آخر میں پس نوشت کے ضمنی عنوان سے یہ عبارت بڑھا دیجیے۔ یہ عبارت احتیاطاً ایک الگ صفحے پر لکھ رہا ہوں۳۲۔ بے حد ممنون ہوں گا۔

اس خط کی رسید سے ضرور نوازیے، چشم براہ ہوں۔

مخلص

رشید حسن خاں

پس نوشت:

مولانا حالی کے کلام میں ایک جگہ مفرد لفظ الاپ بہ تانیث نظم ہوا ہے۔ اور ایک جگہ اس کی جمع الاپیں موجود ہیں۔

شعر یہ ہیں:

کان کو اپنی ہی بھاتی تھی الاپ
سر دھنا کرتے تھے ہم آپ ہی آپ
(مجموعۂ ''نظم حالی'' مطبوعہ حالی پریس پانی پت، سال طبع ۱۹۳۴ء، ص ۵۸)

الاپیں مطربوں کی جب سنیں، چپ لگ گئی سب کو
بہت دعویٰ تھا مرغانِ چمن کو خوش نوائی کا
(''جواہرات حالی''۔ مرتبہ شیخ محمد اسماعیل، ص ۱۱۶)

ان مثالوں سے اس قیاس کی مکمل تائید ہوتی ہے کہ فن موسیقی سے متعلق اصحاب کے علاوہ، شعرا نے اس کو بہ تانیث استعمال کیا ہے۔ واجد علی شاہ اختر کی ایک مثال پیش کی جا چکی ہے۔ اور اس طرح اس کی تانیث مرجّح قرار پاتی ہے۔ حالی و اختر کا استعمال ترجیح کے لیے کافی ہے، تاوقتیکہ دوسرے شعرا کے یہاں تذکیر کی مثالیں نہ ملیں، تانیث کو ترجیح رہے گی۔

خط نمبر ۷

c-11/11 ماڈل ٹاؤن
دہلی 9
۵ر ستمبر ۶۶ء

طفیل صاحب مکرم!

آپ کا خط ملا تھا، جس میں آپ نے فرمایش کی تھی کہ میں تبصرہ علی گڑھ تاریخ ادب اردو بھیج دوں۔ یہ تبصرہ اب سے دو سال قبل چھپا تھا ۶۴ء اور اس وقت اس کی کوئی کاپی میرے پاس محفوظ نہیں تھی۔
مدیر ''تحریک'' ۶۴ء سے میں نے درخواست کی کہ وہ اپنی آفس کاپی میں سے اسے نقل کرا دیں۔ کل یہ نقل مجھے ملی۔ بھیج رہا ہوں اور اس کی رسید کا منتظر ہوں۔
آپ نے دوسری فرمایش کی ہے کہ اس کی دوسری جلد بھیج دوں۔ حضرت! جو چیز ابھی معرض وجود ہی میں نہ آئی ہو، اُسے کہاں سے بھیجوں۔ آپ کو شاید معلوم نہیں کہ اس تبصرے کے چھپنے کے بعد، یونی ورسٹی نے باضابطہ پہلی جلد اس کی ساری کاپیاں بازار سے واپس لے لی تھیں اور یہ طے کیا تھا کہ اب یہ ضروری غلط نامے کے ساتھ شائع کی جائے گی۔ سو آج تک وہ غلط نامہ ہی مرتب نہیں ہو سکا اور پہلی جلد ہی کا عدم وجود برابر ہو گیا۔ اور میری اطلاع کے مطابق اب باقی جلدیں شاید ہی کبھی شائع ہوں۔ بہر حال اگر کبھی یہ دوسری جلد شائع ہوئی تو فوراً بھیج دوں گا۔
جی ہاں کچھ نہ کچھ تو لکھتا ہی رہتا ہوں، بات یہ ہے کہ اب لکھنا مشغلے کی حد سے گزر کر ''پیشہ'' بن کر رہ گیا ہے، اس لیے کیسے نہ لکھوں۔ معاشی پیشہ نہیں محض ادبی پیشہ۔ اگر آپ حکم دیں گے تو کچھ نہ کچھ ضرور پیش کر دوں گا۔
ہاں صاحب! ایک خاص بات۔ میری عادت یہ نہیں کہ خواہ مخواہ خط لکھ کر دوسروں کا وقت ضائع کروں۔ آپ بھی غالباً اس کی شہادت دے سکیں گے۔ لیکن اس پر بھی جب کبھی کسی اتفاق کے تحت خط لکھا جائے اور اس کا جواب نہ ملے تو تکلیف ہوتی ہے۔ میرے ایک پچھلے خط کا جواب آپ کی طرف باقی ہے اور میں اب بھی اس کے جواب کا منتظر ہوں۔ اس میں، مَیں نے ایک ضروری بات یا اہم بات پوچھی تھی۔
نقل مضمون اور خط کی رسید کا منتظر ہوں۔

نیاز مند
رشید حسن خاں

خط نمبر ۸

E2/16 ماڈل ٹاؤن
دہلی 9

طفیل مکرم!

آپ کا پوسٹ کارڈ کئی دن پہلے ملا تھا۔ جس کو پڑھ کر مجھے بے حد تکلیف پہنچی۔ اور اسی لیے میں نے فوراً اس کا

جواب نہیں لکھا کہ چند روز کے بعد زیادہ پرسکون طریقے سے لکھ سکوں گا۔

آپ نے یہ لکھا ہے کہ ''میں قلم کی مزدوری مانگتا ہوں'' یہ اتنا بڑا الزام ہے جیسے کسی کو گالی دے دی جائے۔ طفیل صاحب! اگر قلم سے پیسے پیدا کرنا مقصود ہوتا تو میں یہ کاروبار بہتوں سے بہتر طریقے سے کر سکتا تھا۔ لیکن اس کے لیے تنقیدی صداقت کو فروخت کرنا پڑتا۔ اور جس بے باکی سے میں اساطین ادب کے خلاف رائے ظاہر کرتا ہوں، اس سے محروم ہو چکا ہوتا۔ آپ میری عبارت کو بالکل غلط سمجھے، میں نے مزدوری کا لفظ کہا ہی نہیں، نہ ایسا کوئی مفہوم میرے ذہن میں تھا۔ میں نے تو جناب سے صرف اس کی شکایت کی تھی کہ آپ نے میرے پہلے ایک خط کا جواب نہیں دیا۔ جس میں مَیں نے ایک ضروری بات پوچھی تھی۔

آپ نے یہ فرض کر لیا کہ وہ ضروری بات ''قلم کی مزدوری'' کی بات ہوگی۔ توبہ توبہ میں نے اس خط میں جس کا جواب نہیں ملا، صرف یہ پوچھا تھا کہ کیا آپ نے اپنی یہ پالیسی ترک کر دی ہے کہ زندہ شخصیتوں کے خلاف براہ راست قسم کے مضامین سے اجتناب کیا جائے؟ آپ کو یاد ہوگا کہ اس سے پہلے کے شمارے میں ایسا ایک مضمون آپ کے یہاں چھپا ہے جو پہلے ہندوستان میں چھپ چکا تھا اور پھر دوبارہ وہ مطبوعہ مضمون آپ کے مؤقر جریدے میں اشاعت پذیر ہوا اور اس کا عنوان ہی محض شخصی رنگ لیے ہوئے تھا۔ مندرجات کا کیا سوال [۳۵]۔ یہ ضروری بات تھی جو میں نے پوچھی تھی جس کو آپ نے یہ فرض کر لیا کہ میں آپ سے قلم کی مزدوری مانگتا ہوں۔ لاحول ولاقوۃ۔ یہاں بعض رسالے مثلاً ''آجکل'' معاوضہ دیتے ہیں اور مجھ سے برابر فرمائش بھی کرتے ہیں لیکن برسوں توفیق نہیں ہوتی۔ آپ کے رسالے اور آپ سے ایک ذہنی تعلق تھا اور ہے، اس لیے کبھی کبھی مضمون بھیج دیا کرتا تھا۔ طفیل صاحب! مجھے آپ کے اس خط سے بے حد اذیت پہنچی، جو شخص قلندری کا قائل ہے، اسے آپ قلم کا مزدور بنائیں گے تو اس کے تاثرات کیا ہوں گے؟

ہاں، آپ نے تاریخ ادب کے خاکے کے لیے لکھا ہے جو کبھی چھپا تھا، وہ خاکہ میرے پاس نہیں آیا تھا۔ اربابِ علی گڑھ کے پاس محفوظ ہوگا۔ آپ وہاں کسی کو لکھیے۔ امید ہے کہ آپ بخیر ہوں گے۔ خط کی رسید سے نوازا جاؤں تو بہتر ہے۔

آپ کا مخلص

رشید حسن خاں

خط نمبر۹

۳۱۱۸

یکم...... ۶ء۳۶

محترمی! سلام مسنون

آپ کا لفاف [کذا] ملا، میں نادم ہوں کہ آپ کی تحریر کا مفہوم برعکس سمجھا۔ مجھ کو یقین ہے کہ جس صاف دلی کا مظاہرہ کرتے ہوئے میں نے خط لکھا تھا، اسی صاف دلی کے ساتھ آپ معاف بھی فرمائیں گے۔ میں معذرت طلب ہوں کہ آپ کو میری تحریر سے تکلیف پہنچی۔

ہندوستان، پاکستان کے حالات بے حد مختلف ہیں۔ اردو کے جو مسائل یہاں ہیں، وہ مسائل وہاں اس انداز سے

بہتر ہوں گے۔ اس لیے ہم لوگ یہاں کے حالات کے تحت بعض باتیں اسی انداز سے سوچ تے [سوچتے] ہیں، جس انداز سے وہاں کے لوگ شاید نہ سوچ سکیں۔

اس اختلاف کے پیش نظر میں مناسب سمجھ تا [سمجھتا] ہوں کہ آپ سے یہ عرض کروں کہ اگر آپ چاہیں تو میرے اس مضمون کو قدیم املا کی پابندی کے ساتھ شائع کر سکتے ہیں۔ بہر حال یہ میں آپ کی مرضی پر چھوڑتا ہوں، جیسا آپ مناسب سمجھیں۔

ایک مطبوعہ خط میرے پاس آیا تھا۔ میں نے آج تک کسی رسالے کو اپنے مضامین نقل کرنے کی باضابطہ اجازت دی ہی نہیں ہے، اس لیے میری سمجھ میں نہیں آیا کہ میں کیا لکھوں۔ وہ خط محفوظ ہے۔

میں ایک بار پھر آپ سے معذرت طلب کرتا ہوں اور اپنی کج فہمی پر نادم ہوں۔

کار لائقہ سے یاد فرمائیے۔

نیاز مند

رشید حسن

حواشی:

۱ ''رشید حسن خاں کے خطوط''، مرتب: ڈاکٹر ٹی آر رینا۔ ناشر: ڈاکٹر ٹی آر رینا، جموں، ۲۰۱۱ء، ص ۲۱

۲ ''رشید حسن خاں، کچھ یادیں، کچھ جائزے''، مرتبین: محمد آفتاب اشرف + جاوید رحمانی۔ مکتبہ الحرا، دربھنگا، ۲۰۰۸ء، ص ۳۵

۳ ''مکاتیب رشید حسن خاں بنام رفیع الدین ہاشمی''، مرتب: ڈاکٹر ارشد محمود ناشاد۔ ادبیات لاہور، ۲۰۰۸ء، ص ۲۴

۴ ''رشید حسن خاں کے خطوط''، ایضاً، ص ۲۹

۵ ''رشید حسن خاں، کچھ باتیں، کچھ جائزے'' ص ۴۰-۴۱

۶ ''رشید حسن خاں کے خطوط''، ص ۳۱-۳۲

۷ اطہر فاروقی: مشمولہ ''رشید حسن خاں، کچھ یادیں، کچھ جائزے''، ص ۱۱

۸ ''رشید حسن خاں، کچھ یادیں، کچھ جائزے''، ص ۴۷

۹ شمیم حنفی: ''خاں صاحب''، مشمولہ: ''رشید حسن خاں، کچھ یادیں، کچھ جائزے''، ص ۵۸

۱۰ ابن فرید، دوماہی ''الفاظ'' علی گڑھ، جنوری، فروری ۱۹۷۹ء، ص ۱۲۰

۱۱ ''لاہور میں دفن خزینے''، مرتبین: عمیر ہاشمی + محمد اسلم انصاری + ممتاز حسین نعیم۔ علم و عرفان پبلشرز لاہور ۱۹۹۸ء، ص ۲۸۷

۱۲ جاوید طفیل: ''نقوش'' محمد طفیل نمبر، جلد اول، ص ۱۳۲

۱۳ ایضاً، ص ۱۸

۱۴ ''لاہور میں دفن خزینے''، ص ۲۸۸

۱۵۔ ''نقوش''، محمد طفیل نمبر، جلد اوّل، ۱۹

۱۶۔ ''نقوش''، محمد طفیل نمبر، جلد دوم، ص ۱۱۶۰

۱۷۔ ایضاً، ص ۱۱۶۳

۱۸۔ مشمولہ: ''نقوش''، محمد طفیل نمبر، جلد اوّل

۱۹۔ اردو املا پر ہمارے ادیبوں اور نقادوں نے بہت کم توجہ دی ہے۔ رشید حسن خاں کا یہ خاص موضوع تھا۔ اور وہ اس موضوع پر صاحب الرائے افراد میں شمار ہوتے ہیں۔ اس خط میں بھی انھوں نے متعدد الفاظ کو اپنے مخصوص املا میں لکھا ہے جنھیں وہ ''بدعتیں'' اور ''جدتیں'' کہتے ہیں۔ ان بدعتوں اور جدتوں کے کچھ نمونے اس خط کے علاوہ، مابعد مکاتیب میں بھی نظر آتے ہیں، مثلاً:

متداول املا	رشید حسن خاں کا املا
بھیجتے	بھیج تے
دیکھتے	دیکھ تے
دیتا	دے تا
بالکل	بل کل
دستخط	دست خط
عموماً	عومن
سمجھتا	سمجھ تا
اب کے	ابکے
بالعموم	بل عموم

بعد میں رشید حسن خاں کی ان جدتوں میں کچھ توازن آ گیا تھا۔ تفصیل کے لیے املا کے موضوع پر ان کی مفصل کتاب ''اردو املا'' دیکھیے۔

۲۰۔ دیکھیے: ''اردو املا'' (مجلس ترقی ادب لاہور، ۲۰۰۷ء)

۲۱۔ ''نقوش'' کا افسانہ نمبر (نومبر ۱۹۶۰ء، شمارہ ۸۵، ۸۶) مراد ہے اس میں ۳۲/افسانوں کے علاوہ ۳/ناولٹ، ۲/رپورتاژ، ایک ڈراما اور ۳/طویل افسانے شامل ہیں۔

۲۲۔ مراد ہے: راجندر سنگھ بیدی کا معروف ناولٹ: ''ایک چادر میلی سی''۔

۲۳۔ کرشن چندر کا افسانہ بعنوان ''تائی اسیری''، جس کا مرکزی کردار تائی اسیری ہے۔

۲۴۔ آغا بابر کے افسانے کا نام تھا: ''توازن''۔

۲۵۔ احمد ندیم قاسمی کے اس افسانے کا عنوان ہے: ''بھرم''۔

۲۶۔ افسانہ نمبر میں ل احمد کا مختصر افسانہ ''حقیقت'' کے نام سے شامل ہے۔

۲۷۔ قدرت اللہ شہاب کے اس رپورتاژ کا عنوان ہے: ''اے بنی اسرائیل''۔

۲۸۔ ''نقوش'' کا یہ افسانہ نمبر، آج بھی افسانے کے موضوع پر ایک یادگار دستاویز کی حیثیت رکھتا ہے۔

۲۹۔ ڈاکٹر نثار احمد فاروقی (۱۹۳۴ء-۲۰۰۴ء) اردو اور عربی کے محقق، تدوین کار، نقاد اور مترجم۔ دہلی یونی ورسٹی میں عربی کے استاد رہے۔ چند تصانیف و تالیف: ''میر کی آپ بیتی'' (ترجمہ)۔ تذکرہ ''طبقات الشعرا''۔ ''تلاش غالب''۔

۳۰۔ ڈاکٹر خلیق انجم (پ: ۱۹۳۳ء) اردو کے معروف محقق اور نقاد۔ طویل عرصے تک انجمن ترقی اردو، ہند کے سیکرٹری جنرل اور ''ہماری زبان'' کے مدیر رہے۔ چند تصانیف و تالیفات: ''مرزا محمد رفیع سودا''۔ ''متنی تنقید''۔ ''معراج العاشقین'' (تدوین) ''غالب کے خطوط'' (تحقیق و تدوین) پانچ حصے۔

۳۱۔ ''نقوش'' کا لاہور نمبر، فروری ۱۹۶۲ء میں شائع ہوا تھا۔ کل صفحات ۱۱۹۲۔

۳۲۔ رشید حسن خاں نے بعد ازاں یہ مضمون اپنی کتاب ''زبان اور قواعد'' میں شامل کرلیا۔ (مطبوعہ قومی کونسل برائے فروغ اردو زبان نئی دہلی، ۲۰۱۰ء، ص ۲۵۶-۲۸۷)

۳۳۔ یہ مضمون ماہ نامہ ''تحریک'' دہلی کے شمارہ اکتوبر ۱۹۶۳ء میں شائع ہوا تھا۔ اب یہ مضمون رشید حسن خاں کی کتاب ''ادبی تحقیق، مسائل اور تجزیہ'' میں شامل ہے۔

۳۴۔ ماہنامہ ''تحریک'' دہلی سے شائع ہوتا تھا۔ آغاز مارچ ۱۹۵۳ء میں ہوا تھا۔ اس کے بانی مدیر گوپال متّل تھے۔ یہ رسالہ مسلسل ۲۹ سال تک شائع ہوتا رہا۔ اس نے کئی یادگار نمبر شائع کیے، مثلاً جگر نمبر، غالب نمبر، اقبال نمبر، آزادی نمبر، بیس سالہ انتخاب نمبر، انقلاب روس نمبر، چین نمبر وغیرہ۔ جون ۱۹۸۱ء میں یہ رسالہ بند ہوگیا۔ (اشاریہ ماہ نامہ ''تحریک'' دہلی۔ مرتب: مطیع اللہ خاں۔ ماڈرن پبلشنگ ہاؤس، نئی دہلی ۲۰۱۱ء، ص ۱۱-۱۷)

۳۵۔ غالباً یہ اشارہ ہے اکبر علی خاں (عرشی زادہ) کے مضمون: ''رشید حسن خاں کی تحقیقی غلطیاں'' کی طرف جو ''نقوش'' کے شمارہ نمبر ۱۰۴، جنوری ۱۹۶۶ء میں شائع ہوا تھا۔

۳۶۔ اس خط پر تاریخ اور سنہ واضح نہیں ہے۔

فہرستِ اسنادِ محولہ:

۱۔ آفتاب، اشرف، محمد۔ جاوید رحمانی: ۲۰۰۸ء، ''رشید حسن خان، کچھ یادیں کچھ جائزے''، مکتبۂ الحمراء، دربھنگا، انڈیا۔

۲۔ ٹی۔ آر۔ آر ینا: ۲۰۱۱ء، مرتب: ''رشید حسن خان کے خطوط'' ناشر: ٹی۔ آر۔ آر ینا، جموں۔

۳۔ ناشاد، ارشد محمود، ڈاکٹر: ۲۰۰۸ء، ''مکاتیب رشید حسن خان بنام رفیع الدین ہاشمی''، ادبیات، لاہور۔

۴۔ ہاشمی، عمیر، محمد اسلم انصاری، ممتاز حسین نعیم: ۱۹۹۸ء، ''لاہور میں دفن خزینے''، علم و عرفان پبلشر، لاہور۔

رسائل:

۱۔ دو ماہی، ''الفاظ''، جنوری، فروری، ۱۹۷۹ء، علی گڑھ، انڈیا۔

۲۔ ''نقوش''، محمد طفیل نمبر، جلد اوّل اور جلد دوم۔ افسانہ نمبر، لاہور۔